بسم اللہ الرحمن الرحیم

اصلاح

نمبر ۵ | بابت ماہ جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۹ھ | جلد ۲۴

کیا تقیہ دروغ کا مرادف ہے

راستی موجب رضائے خداست
کس ندیدم کہ گم شد از رہ راست

اس مسئلے کے جواب دینے کیلئے اسکی ضرورت ہے کہ فطرت مخلوقات پر عموماً اور فطرت انسان پر خصوصاً غور کیا جائے کہ بعض جانور درندہ اور خونخوار پیدا کئے گئے ہین جو ہمہ وقت اپنے سے کمزور جانورون کو ہلاک کرنے پر آمادہ و کوشان رہتے ہین۔ اور طرح طرح کی تدبیرین اپنے حفاظت کرتے ہین اگر یہ عقل فطرت کی طرف سے اونکو نہوتی تو غذاے درندگان ہو کر اونکی جنس کی جنس نیست و نابود ہو جاتی مثلاً اگر شیر ہرن کے درپے ہو تو فطرت نے ہرن کو ایسے تیز پاؤن دئیے ہین کہ مثل پرندون کے اوڑتا ہوا اپنے دشمن سے فرار کرتا ہے بعض جانور ایسے ہین کہ جنمین فرار کی قوت ایسی نہین ہے لیکن جب اپنے دشمن کے پنجے مین آجاتے ہین تو مثل مردار کے پڑجاتے ہین اور ان کا دشمن اونکو مردار سمجھکر چھوڑ دیتا ہے چنانچہ اسی ترکیب کو دیکھکر بعض انسان نے بھی ایسی حالت مین اپنے کو مثل مردہ کے زمین پر ڈال دیا اور ریچھ سے اپنی جان بچالی ہے۔ بہت کیڑے ایسے دیکھے جاتے ہین کہ جہان کسی غیر چیز کی حرکت محسوس کی مثل مردار کے اپنے ہاتھ پیر کو سمیٹ کر پڑ جاتے ہین یہ ترکیب جانورون کی طرف صرف ایجاد ہی نہین ہین بلکہ بعض مخلوقات کو فطرت نے خود ودیعت کیا ہے

بیاض نگار سعید علی [illegible]

مثلاً بعض تتلی کے بال و پر کو ایسا درخت کے پتون کے مثل بنایا ہے کہ اونکے دشمن برگ و نباتات سمجھکر اونکو چھوڑ دیتے ہین فطرت نے اپنی کارستانیون کو جانورون ہی تک نہین ختم کیا ہے بلکہ بعض نباتات کو بھی اپنے حفاظت کی ترکیب بتائی ہے مثال کیلئے چھوئی موئی جسکو لجالو بھی کہتے ہین دیکھئے کہ جہان کسی چیز کی حرکت لگی کہ کل پتے و شاخ اوسکی مرجھا کر مثل سوکھی گھاس کے ہو جاتے ہین تاکہ کوئی چرند اوسکے تروتازہ پتہ کو دیکھکر کھا نجائے ۔ اسمین شک نہین کہ یہ کل مثالین ایک جنس کی دوسری جنس کے ساتھ ہین لیکن جب انسان مخلوق ہوا اور خداوند عالم اوسکے بارہ مین فرمایا۔ وقلنا اهبطوا بعضكم لبعض عدو ولكم متاع فى الارض مستقر ومتاع الى حين ۔ یعنی ہمنے کہا کہ تم زمین پر اتر پڑو تم مین سے ایک کا ایک دشمن ہوگا ۔ اور زمین مین تمھارے لئے ایک خاص وقت تک ٹھہراؤ و ٹھکانا ہی تو یہ آپس ہی مین مین ایک دوسرے کے دشمن بنگئے ۔ اور ایک دوسرے کے ساتھ وہ عمل کیا جو ایک جانور دوسرے جانور کے ساتھ کرتے ہین ۔ کوئی تو درندہ و موذی بنگیا ۔ کوئی اپنے دشمنون سے بچنے کیلئے مثل جانورون کے ترکیبین سوچنے لگا اگر ایک شخص کسی کا مال لوٹنے آتا اور وہ ہوا تو دوسرے نے اپنے مال کو زمین مین دفن کرکے اوسکے حفاظت کی فکر مین کی اگر کسی نے کسی کے قتل کا ارادہ کیا تو دوسرے نے بقدر احتیاط کیا یا فرار کر گیا ۔ یا بھیس بدلکر اپنے دشمن کے ہاتھ سے جان بچالی ۔ یہ اوس وقت تک تھا جبتک کہ انسان مین تمدن نہین پیدا ہوا تھا اور ہر فرد اپنی فکر مین حیران و پریشان تھا لیکن جب انتظام قائم ہوا تو بعوض اسکے کہ مظلوم ہی ہمیشہ اپنے حفاظت کی فکر مین پریشان رہے ظالمون کو بھی روک تھام کی فکر کی گئی اور ہر جرم کی اوسکی سنگینی کے مطابق سزا قائم کی گئی تاکہ سزا کے ڈر سے ظالم اپنے ارادون سے باز آئین اور مظلوم اپنی حفاظت مین باسانی کامیاب ہون اس مین شک نہین کہ اس سے عموماً انسان کو فارغ البالی اور آسودگی حاصل ہوئی لیکن ظلم کے ارادہ کرنیوالون نے سزا کے مقابلہ مین اپنی ہمتون کو پست ہوتا دیکھکر خود اوس قانون پر اعتراض کرنے لگے کہ یہ کیسے انسان ہین کہ اپنے بھائی کو کبھی قتل کرتے ہین کبھی اون کا ہاتھ کاٹتے ہین کبھی اونپر کوڑے و تازیانہ لگاتے ہین کبھی اونکو قید کرتے ہین اور پھر دعوی اصلاح

ہمدردی کا کرتے ہین۔ یہ قول میرا خیالی و وہمی نہین ہے بلکہ واقعہ ہے کہ جب جناب امیرالمومنین علی ابن ابیطالب علیہ السّلام نے بعوض سرقہ کے ایک مسلمان کا ہاتھ کاٹا تو وہ دعا دیتا ہوا اور حضرت کی تعریف کرتا ہوا چلا جا رہا تھا کہ ایک برہم کنندہ شریعت نے اعتراض کیا کہ ایسے تو کیسا ہے کہ جس شخص نے تیرا ہاتھ قطع کیا اوسکی تو تعریف کرتا اور دعائین دیتا ہے اوس مومن نے جواب دیا کہ مین علیؑ کی کیونکر تعریف نہ کرون کہ حضرت نے دنیا مین سزا دیکر عذاب نار سے بچا لیا۔ یہی فرق ہے درمیان پابند شریعت اور آزاد شریعت کے۔ پابند شریعت اصولاً قتل۔ قطع یدین۔ دُرہ زدنی۔ اسیری کو جائز کرتے ہین لیکن برہم کنندہ شریعت جو کسی اصول و شریعت کے پابند نہین ہین۔ اعتراض کرتے ہین کہ یہ کیسی بیرحمی ہے۔ حالانکہ خود اپنے ارادون کے حاصل کرنے مین نہ قتل سے پرہیز کرتے ہین نہ قطع اعضا و جوارح سے باز آتے ہین اور جب اون سے کہا جاتا ہے کہ فساد نہ کرو تو مصداق اس آیت کے بنتے ہین واذا قیل لہم لا تفسدوا فی الارض قالوا انما نحن مصلحون الا انہم ہم المفسدون ولکن لا یشعرون۔ یعنی جب اون سے کہا جاتا ہے کہ ملک مین فساد نہ کرو تو کہتے ہین کہ ہم تو صرف اصلاح کرتے ہین۔ خبردار ہو جاؤ بیشک یہی لوگ فسادی ہین لیکن سمجھتے نہین۔ انکے اعتراض کا مطلب تو صرف یہی ہے کہ اہل شریعت شرما کر قصاص کو موقوف کردین اور وہ جو چاہین بےخطر کرین لیکن عاقل انکو کبھی گوارا نہین کر سکتا۔ اور ایسا اعتراض کو کھسیانی بلی کھمبا نوچے سے زیادہ وقعت نہین کرتے۔ وہ خوب جانتے ہین کہ یہ قصاص ہی کا ڈر ہے جس سے فی الجملہ مظلومون کیلئے ایک آڑ ہے لیکن عاقل کا قول ہے کہ علاج واقعہ قبل از وقوع باید کرد۔ لہذا ہر شخص کو واجب ہے کہ خود اپنی حفاظت حتی الوسع کرے اسی لئے انسان اپنی چیزون کی حفاظت کرتے ہین کہین پوشیدہ کرکے کہین ہتھیارون سے حملہ کنندہ کو باز رکھتے ہین اس عمل کو کوئی عاقل قابل اعتراض نہین کہہ سکتا۔ مگر کوئی شخص اگر جنگل کی راہ کہ جس مین ڈاکو رہتے ہون جاتا ہو اور اپنے مال کو چھپا کر لیجائے تو ڈاکو البتہ کہہ سکتا ہے کہ اسکی سہی نہین کہ مال چھپا کر نکل گئے ایسی بزدلی سے شرمانا چاہیئے۔ لیکن کوئی

عاقل یا انصاف پسند یہ نہین کہہ سکتا کہ مالدار کو چاہیئے تھا کہ راستہ مین اپنے مال کو اچھالتا اور اعلان کرتا ہوا جاتا۔ تاکہ جنگل مین لٹ جاے۔ وہ دیکھو جس راستے انسان نے مردہ بنکر اپنی جان بچالی اعتراض کرسکتا ہے کہ یہ انسان دھوکہ باز تھا لیکن عاقل اوس شخص پر کوئی عیب نہین لگا سکتا بھوکھی بکری کچالو کے مرجھانے پر اعتراض کرسکتی ہے کہ سوکھی گھاس بنکر میری غذا ہونے سے بچ گئی لیکن عاقل اوس خالق کی حمد و ثنا کرتے ہین جس نے کچالو مین ایسی حس و حرکت ودیعت فرمائی ہے۔ جس خالق نے ادنیٰ ادنیٰ مخلوقات کو اوسکے دشمنون سے بچنے کیلئے ترکیبین بتائی وہ انسان کو کب چھوڑ دیتا کہ ہر بلا انسان تباہ و برباد ہون۔ اونکو بھی اپنے بچنے کی ترکیبین اکثر موقع پر تعلیم کی ہے چنانچہ یاد فرمایئے کہ جب فرعون کو معلوم ہوا اس سال ایک لڑکا پیدا ہوگا کہ جو اوسکی سلطنت کو درہم و برہم کریگا تو حاملہ عورتون کے حمل کو ساقط کرانیکی فکر مین پڑا اور ہزارہا حمل ضایع کردیا لیکن حضرت موسیٰ کی والدہ گرامی نے اپنے راز کو پوشیدہ رکھا اور جب ولادت ہوئی تو خلاق عالم نے تعلیم فرمایا کہ اونکو ایک صندوق مین رکھکر دریا مین بہادین اور جب وہ لڑکا فرعون کے محل مین داخل ہوگیا تو خدا نے اونکی ماں کو دائی کے بھیس مین وہان پہونچایا۔ فرعون البتہ کہہ سکتا ہے اور الزام دیسکتا ہے کہ اونکی ماں نے دھوکہ سے اپنے حمل کو بچایا اور حضرت موسیٰ کو خود اونہی کے محل مین پرورش کیا لیکن کوئی عاقل اس عمل کو معیوب نہین بنا سکتا اور اللہ تو ایسے ہی لوگون کے مقابلہ مین فرماتا ہے۔ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ واللہ خیر الماکرین۔ یعنی کفار تم سے فریب کر رہے تھے کہ تمکو قید کرلین یا تمکو مار ڈالین یا تمھین گھر سے نکال باہر کرین وہ تو یہ تدبیر کر رہے تھے اور خدا اونکے خلاف تدبیر کر رہا تھا اور خدا تو سب تدبیر کرنیوالون سے بہتر ہے۔

اس آیہ کریمہ مین اوس تدبیر کی طرف اشارہ ہے جس کے ذریعہ سے رسول خدا نے شب ہجرت اپنی جان بچائی وہ واقعہ یون ہے کہ قریش کے ہر قبیلہ مین سے ایک ایک شخص نے مل کر سازش کی اور رسول خدا کے گھر کو گھیر لیا کہ سب ملکر اون کو قتل کر ڈالین تاکہ کسی کو خون بہا

لینے مین کل قبیلون سے مقابلہ کرنیکی ہمت نہ پڑے۔ جب خدا نے یہ دیکھا تو رسولخدا کو تعلیم کیا کہ اپنے بھائی علی ؑ کو اپنے بستر پر سلادین تاکہ کفار سمجھین کہ حضرت ہی سو رہے ہین اور خود وہان سے ہجرت کر جائین۔ اس ترکیب سے جان بچنے پر وہ کفار البتہ اعتراض کر سکتے ہین لیکن خدا اس ترکیب کے سکھانیکا رسولخدا پر احسان جتلا رہا ہے اور حضرت علی جنھون نے اس ترکیب مین رسولخدا کا ساتھ دیا اونکی اس طرح تعریف فرما رہا ہے ومن الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد۔ لوگون مین سے (کچھ خدا کے بندے) ایسے بھی ہین جو خدا کی خوشنودی حاصل کرنیکے لئے اپنی جان تک بیچ ڈالتے ہین اور خدا اپنے بندون پر بڑا شفقت والا ہے۔ غرض تقریبا لاسے یہ امر مثل روز روشن کے واضح ہے کہ بطفیل تعلیم خالق عالم نباتات۔ حیوانات۔ اور انبیا ر مرسل ایسی ترکیبین عمل مین لائے ہین جس سے اونکے دشمنون نے دھوکھا کھایا اور خود اپنی حفاظت کی لہذا ایسا عمل قبیح نہین ہو سکتا بلکہ خود خداوند عالم اوسکی تعریف فرماتا ہے اور اپنا احسان دھرتا ہے۔

جب عملاً دشمن کی غلط فہمی کا باعث ہونا مذموم نہین ہے تو قولاً دشمن کے دل مین غلط فہمی پیدا کرنا کیونکر لائق الزام ہو سکتا ہے چنانچہ یاد کیجئے قصہ حضرت ابراہیم جب آپنے بتون کو توڑا ہے تو بت پرستون نے آپ سے پوچھا کیا آپ نے ایسا کیا ہے اوسکے جواب مین حضرت نے فرمایا نہین بلکہ اون بڑے بت نے توڑا ہے اوس سے دریافت کرو جس کا ذکر قرآن پاک مین یون ہے۔ قالوا انت فعلت ھذا بالھتنا یا ابراھیم قال بل فعلہ کبیرھم ھذا فسئلوھم ان کانوا ینطقون یعنی اونھون نے پوچھا ابراہیم کیا تمنے میرے دیوتاؤن کے ساتھ ایسا کیا ہے ابراہیم نے کہا نہین یہ کام اونکے بڑے بت نے کیا ہے اگر وہ بولتے ہون تو اون سے پوچھ لو۔ ایسے خلاف واقعہ جواب سے حضرت ابراہیم کا دو مطلب تھا ایک تو اوس ظلم کی تاخیر جس کا ڈر حضرت کو اون کافرون سے تھا دوسرے اونکی ہدایت تاکہ اپنے بتون کی مجبوری مشاہدہ کرین کہ وہ کلام تک نہین کر سکتے اور اونکے خالق جبار کی قدرت کاملہ کو سمجھین کہ حضرت ابراہیم کو اونکے ظلم سے کیونکر بچاتا ہے

اگر صاف صاف اول ہی سوال پر مطابق واقعہ قرار کر دیتے کہ ہان ہمنے توڑا ہے تو اس مین شک نہین کہ اللہ اونکے ظلم سے ویسے ہی بچاتا جیسا کہ بچایا لیکن کفار کو اپنے بتون کی بیکسی پر غور کرنے اور ہدایت پانیکا موقع نہ ملتا ۔ صرف اس موقع کے حاصل کرنے کیلئے حضرت ابراہیم نے خلاف واقعہ اپنے فعل کو بت کی طرف منسوب کیا ۔ پھر قصہ انطاکیہ ہے کہ جب حضرت عیسیٰ نے جناب یوحنا و یونس کو اوس گاؤن کی ہدایت کیلئے بھیجا تو اون دونون کو قید کر لیا بعدہ حضرت شمعون کو اونکی مدد کیلئے بھیجا تو حضرت شمعون نے خیال کیا کہ اگر صاف صاف حضرت یوحنا و یونس کے طرفدار بنکر آتے ہین تو خود بھی گرفتار ہو جاتے ہین لہذا توریہ فرمایا کہ مین یہان اس واسطے آیا ہون کہ بادشاہ کے خدا کی پرستش کرون حضرت کے اس قول سے کفار کو یہ غلط فہمی ہوئی کہ حضرت اونکے بت کو پوجنا چاہتے ہین چنانچہ اونکو بت خانہ مین جانیکی اجازت ملی وہان پہونچکر حضرت یوحنا و یونس کو بلانیکی تدبیر بتلائی اور یہ تعلیم کیا کہ اپنی شناسائی کو بادشاہ کے سامنے پوشیدہ رکھین اور جب بادشاہ کے سامنے لائے گئے تو خود بھی اونکے ساتھ اجنبی کا برتاؤ کر کے خلاف واقعہ یہ ظاہر کیا کہ یہ آپس مین ایک دوسرے کو نہین پہچانتے ہمراہی و ہم مشرب ہونا کیسا ۔ اس ترکیب سے حضرت یوحنا و یونس کو اس کا موقع دلوایا کہ بادشاہ پر قدرت خداے وحدہ وا عا ظاہر کرین تاکہ اونکو ہدایت ہو اور خود نجات پاوین چنانچہ اس قصہ کا اشارہ آیت ذیل مین ہے واضرب لہم مثلا اصحاب القریۃ اذ جاءھا المرسلون اذ ارسلنا الیہم اثنین فکذبوھما فعززنا بثالث فقالوا انا الیکم مرسلون ۔ یعنی (اے رسول) تم (ان سے) مثال کے طور پر ایک گاؤن (انطاکیہ) کا قصہ بیان کرو کہ جب وہان ہمارے پیغمبر آئے اس طرح کہ جب ہمنے اونکے پاس دو پیغمبر (یوحنا و یونس) بھیجے تو ان لوگون نے دونون کو جھٹلایا تب ہمنے ایک تیسرے پیغمبر (شمعون) سے اونکی مدد کی تو ان لوگون نے کہا کہ ہم لوگ خدا کے بھیجے ہوئے آئے ہین ۔

غرض ایسی مثالین قرآن مین ڈھونڈھیے اور نبیون کے حالات کی سیر کرنے سے بہت ملسکتی ہین لیکن چونکہ یہ لوگ اپنی اپنی زندگی مین ایک دو مرتبہ ایسے مخمصہ مین پڑے کہ اپنے

مخالف کو غلط فہمی مین ڈالنے پر مجبور ہو۔ مگر ایسی کوئی مثال نظر نہین آتی کہ کوئی قوم صدیون مظلوم اور تہ تیغ بوجہ اپنی قومیت کے رہی ہو۔ لہذا دوسرون کو اس کی ضرورت نہ پڑی کہ اپنے دشمنون کو غلط فہمی مین ڈالکر اونکی ہدایت اور اپنی نجات کے موقعون کا کوئی اصول اور قاعدہ مقرر کرے۔ اصول و قاعدہ شاذ و نادر امرون کیلئے نہین ہوا کرتے لیکن جو امر کہ برابر واقع ہوتا ہے اور ہمیشہ انسان کو اوس معاملہ مین پڑنا پڑتا ہے تب اوسکے لئے قاعدہ اور اصول قائم کرنیکی ضرورت ہوتی ہے چنانچہ جب انسان درندگی اور خونخواری اختیار کرکے خود اپنے جنس کو قتل و غارت کرنے لگا تو النفس بالنفس کا اصول قائم ہوا جب حب مال مین پڑکر سرقہ کی طرف مائل ہوئے تو دست بریدن کی سزا مقرر ہوئی اور درہ زدنی اور سنگساری کی سزا قائم ہوئی جب شہوات نفسانیہ پر راغب ہوئے تو درہ زدنی اور سنگساری کی سزا قائم ہوئی وغیرہ وغیرہ لہذا جب سلاطین بنی امیہ و عباس نے سادات بنی فاطمہ اور اولاد بنی فاطمہ کو بوجہ اونکے بنی ہاشم ہونیکے اور دوسرون کو بوجہ اونکی رفاقت کے چن چن کر تہ تیغ تلوارون مین جھونکنا شروع کیا اور صدیون یہ برتاؤ ان لوگون کے ساتھ جاری رکھا تو بقائے نسل بنی ہاشم اور اونکے تابعین کے لئے ضرور ہوا کہ یہ حضرات اپنی حفاظت کی چارہ جوئی کرین اور اوسکے لئے اصول و قاعدہ مقرر کرین۔ اور اول اول جو چارہ جوئی کی گئی کہ درگاہ ایزدی مین درخواست کیگئی کہ بنی ہاشم کے پیشانیون سے رگ ہاشمی اور بغلون سے خوشبو زائل کرکے اونکو مثل عوام کے بنا دیا جائے تاکہ ان علامات سے پہچان کر اونکو قتل و غارت نہ کیا جائے اور اون کی جان اور بنی ہاشم کی نسل سے دنیا خالی نہ ہو جائے۔ خداوند عالم نے جیساکہ حضرت عیسیٰ کے ہمشکل ایک یہود کو بنا کر حضرت عیسیٰ کی جان بچا لی اوسی طور سے بنی ہاشم کی علامتون کو غائب کرکے اون کی پہچان کو محو کر دیا۔ اب دشمنون کی گھات پوچھ کھوج پر موقوف ہوئی اوس کیلئے ان حضرات نے اپنی قومیت کو اور ان کے طرفدارون نے انکی محبت کو چھپانا شروع کیا جیساکہ حضرت شمعون نے حضرت عیسیٰ کی طرف سے اپنا مرسل ہونا چھپایا اور حضرت یوحنا و یونس نے انکی رفاقت کو چھپایا۔ یا جیساکہ ایک مالدار نے [illegible]

یعنی مبتلا ہو کر خونخواری [illegible]

ماستے سے گذرنے کے وقت اپنی مالداری کو پوشیدہ رکھا۔ اگر ڈاکو عقلاً مالدار پر اخفا کا الزام لگا سکتا ہو تو بیشک سلاطین بنی امیہ و بنی عباس بنی ہاشم اور اونکے تابعین پر اونکی قومیت کے اخفا کا الزام لگا کر تقیہ کو معیوب بتا سکتے ہین۔ لیکن یہ الزام ویسا ہی ہوگا جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہون کہ ایک برہم کنند۔ و شرحست پابند شریعت پر الزام لگا سکتا ہے کہ اونھون نے قتل قطع ید ۔ درہ زدنی ۔ اسیری اصول قائم کی اور اونکے لیئے قاعدے بنائے ہین لیکن ایسے لغو اعتراض کی وجہ سے نہ کوئی قتل و قصاص کے قانون کو منسوخ کرنیکی رائے دیگا اور نہ تقیہ کا اصول و قاعدہ قائم کرنے پر بنی امیہ و بنی عباس اور اونکے تابعین کے الزام کے ڈر سے قانون تقیہ منسوخ ہو سکتا ہے اس الزام کی مثال اوس گذشتہ بکری کی ہوگی جو بلی کو الزام دے کہ سوکھی گھاس جو کی غذا ہونے سے بچ گئی ویسی یہ لوگ کف افسوس ملتے اور لب حسرت کاٹتے ہین کہ اولاد بنی ہاشم اور اونکے رفقا تقیہ کے ذریعہ سے دنیا مین کیون بچ گئے حالانکہ جب خود خدا قطع ید کا حکم ملا ہے تو نہ قتل ناحق سے دریغ کیا ہو اور خلاف قاعدہ درہ لگانے سے باز آئے ہین اور نہ کذب صریح سے پرہیز کیا ہے بلکہ خدا و رسول کی نافرمانی کرنے سے بھی نہین شرمائے چنانچہ رسولخدا مرض الموت مین مبتلا تھے تو حضرت ابوبکر و عمر کو اسامہ کی ماتحتی مین مہم شام پر جانیکا حکم صادر فرمایا تاکہ مدینہ سے دور رہین اور بعد وفات حضرت کائنات خلافت مین کچھ خلل نہ پیدا کرین۔ لیکن لعنت خدا سننا قبول کیا اور مدینہ نہ چھوڑا جسکے بارے مین شاہ عبدالعزیز دہلوی فرماتے ہین کہ محبت رسولخدا منے ان اصحاب کو مفارقت کی اجازت نہ دی الخ لیکن جب رسولخدا کی وفات ہو گئی اور سقیفہ بنی ساعدہ مین خلافت تقسیم ہونے لگی تو رسولخدا کی محبت کو بھلا دیا اور اپنے محبوب کے آخری دیدار و تجہیز و تکفین کو بھی یاد نہ رکھا۔ اور خلافت کی تلاش مین دوڑ گئے۔

جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے اور حضرت علیؑ نے اپنا حق ظاہر کیا تو یون بات بنا دی کہ یا علی ہم نہین جانتے تھے کہ آپ خواہش مند ہین ورنہ ہم اس عہدہ کو نہین قبول کرتا۔ اور یہ تسلی دی کی کہ جب مسلمانون نے اونکی بیعت کر لی ہے تو حضرت نے بھی قبول فرمایا لیکن جب خود موت کے قریب پہونچے تو اوس قول و قرار کو بھلا گئے اور [illegible]

لکھدیا۔ جب حضرت عمر قتل ہوئے اور حضرت عثمان کو خلافت ملی تو چونکہ یہ لوگ ایک ہی تھیلی کے
چٹے بٹے تھے اونکے قاتل کی پوچھ گچھ کھوج بھی نہ کیا حالانکہ النفس بالنفس قرآن کہتا ہے یہی
حضرت ہین کہ جنھون نے ابن مسعود کو خلاف شریعت وقاعدہ اس جرم پر دُرّہ لگائے کہ اونھون
نے اپنے قرآن کو جلانیکے لئے نہ دیا حالانکہ یہ قرآن وہ تھا کہ جسکو اونھون نے رسولخدا ہی کے
وقت مین جمع کیا تھا اور نہایت عزیز رکھتے تھے۔ حضرت عثمان ہی نے ابوذرؓ غفاری ایسے
جلیل القدر صحابی کو ناحق جلاوطن کیا۔ پھر جب حضرت عثمان قتل ہوئے اور اپنے جرگہ سے
خلافت باہر گئی اور حضرت علیؑ ہوئے تو کیا ہوا امن وچین جاتا رہا۔ درندگی ظاہر ہوگئی۔
اور حضرت عثمان کے خون بہا کے حیلہ سے اسلامی دنیا مین خلفشار مچا دیا۔ اور جب آخر کار
حضرت نماز مین شہید ہوئے تو آنکھون مین ٹھنڈک پڑی اور اونکے خون بہا کا تلاش کرنیوالا
کوئی نہ نکلا۔ حضرت امام حسنؑ کے شہادت کو اپنی خلافت کی استواری سمجھکر خون بہا کا تذکرہ
بھی نہ کیا۔ بعدہ برملا دن دھاڑے حسینؑ کو مع بائیس عزیز اور بچاس رفقا جن کا مثل ونظیر
دنیا مین نہ تھا ذبح کر ڈالا اور باوجود بار بار سوال کے کہ ہملوگون کو کس جرم پر قتل کرتے ہو
کیا شریعت محمدیؐ کو بدلدیا ہے۔ کیا حرام کو حلال کر دیا ہے۔ کیا کسی کو قتل ناحق کیا ہے
جسکے عوض مین ہمکو قتل کرتے ہو لیکن کوئی جرم غریبون کا نہ بتلایا گیا اور بیگناہ وبیکس وبیچارہ کو
شہید کر ڈالا۔ اور عوض خون بہا طلب کرنیکے لاشون کے ساتھ بے ادبی کے مرتکب ہوئے
پھر کیا تھا اونکے اولاد واتباع کی تکلیف پر زمانہ امنڈ پڑا۔ کوئی درندہ اور خونخوار جانور کسی
وحش وطیور کے درپے اس طرح نہین ہوتا جیسا کہ بنی امیہ وبنی عباس انکے درپے
ہوئے لہذا انکے ہادیون کو ضرور ہوا کہ قانون تقیہ کا اصول وقاعدہ قائم کرین۔ جسکے
ذریعہ سے وہ اپنی جان کی حفاظت کرین اور افراط وتفریط مین پڑ کر کذب صریح اور
فریب سے محفوظ رہین جیسا کہ اہل خلاف مبتلا ہوئے چنانچہ بنی امیہ وبنی عباس کے
تابعین کو اپنے پیشوایان کا طرز عمل بے ردیف وقافیہ دیکھکر کسی طور سے کوئی اصول
قائم کرنا محال معلوم ہوا۔ اور یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ جو کام اونکے لئے نفع بخش ہو وہ تو
صحیح باقی غلط۔ یا یون سمجھلے کہ جسکی لاٹھی اوسکی بھینس۔ ملاحظہ فرمائیے کہ سقیفہ مین کیسا

اجماع تھا صرف چند قریش اور انصار تھے بنی ہاشم بالکل غائب اوس اجماع کی خلاف ورزی کو بغاوت کہکر خاندان کے خاندان کو تہ تیغ کرڈالا بلکہ قبیلہ کے قبیلہ کو۔ لیکن جب اوس سے زیادہ اجماع جس مین حجاز۔ یمن۔ شام۔ مصر وغیرہ کے مسلمان شریک تھے اور بنی ہاشم کی شرکت بھی بتلائی جاتی تو اس اجماع کے حکم کو جس سے حضرت عثمان قتل ہوئے غلط کہدیا اور اوس مجمع کو باغی۔ اور اس اجماع کے حکم کے جاری کرنیوالونپر قصاص قائم کرنیکی کوشش کی گئی۔ اور اب اس سے بھی زیادہ تر بڑے اجماع مین حضرت علیؑ کو خلیفہ مقرر کیا تو اوس سے عدول کر گئے۔ اوسکے بعد امام حسینؑ کو شہید کیا اور اونپر درود بھیجتے ہین اور امام کہتے ہین منصور حلاج کو قابل قتل سمجھکر دار پر کھینچتے ہین اور پھر ولی کہتے ہین۔ غرض یہ سیدھی اولٹی منطق اونکو کہان لیجائیگی اس کا خدا ہی حافظ ہے۔ لیکن شکر ہے اور ہزار شکر کہ ہمارے پیشوایان نے کوئی ایسا فعل نہین کیا جس سکے سامنے ہمکو غلطان پیچان ہونا پڑے اور صرف اپنے فعل ہی پر اکتفا نہین کیا بلکہ ہمارے لئے اصول مستحکم قائم فرما دیا۔ اسمین شک نہین کہ تقیہ اور دروغ دونون خلاف واقع امر کو ظاہر کرتے ہین لیکن دروغ اوسکو کہتے ہین جو خلاف واقع بیان جلب نفع۔ خصوصاً نفع ناحق۔ یا اپنے مخاطب کو نقصان رسانی کیلئے ہو۔ اور تقیہ اوس خلاف واقع بیان و اظہار کو کہتے ہین جس کا منشا احقاق حق۔ اور امتناع ظلم و ہدایت ہو۔ جیسا کہ قبل کی تقریر مین بیان کیا گیا۔ اور جس کا ثبوت خود قرآن کی بیتنا موجود ہے۔

لا یتخذ المومنون الکافرون اولیاء من دون المومنین ومن یفعل ذلک فلیس من اللہ فی شیء الا ان تتقوا منہم تقٰۃ ویحذرکم اللہ نفسہ والی المصیر۔ یعنی مومنین مومنین کو چھوڑکر کافرون کو اپنا سرپرست نہ بنائین اور جو ایسا کریگا تو خدا سے کچھ سروکار نہین۔ مگر اس قسم کی تدبیرون سے کسی طرح ان کے شر سے بچنا ہو تو خیر اور خدا تمکو اپنے ہی سے ڈراتا ہے اور خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ پھر دوسری جگہ قرآن مین آیا ہے۔ من کفر باللہ من بعد ایمانہ الا من اکرہ وقلبہ مطمئن بالایمان ولکن من شرح بالکفر صدرا فعلیہم غضب من اللہ

ولہم عذاب عظیم ہ یعنی اور جسنے بعد ایمان لانیکے کفر کا کلمہ خوشی خوشی سینہ کھولکر کہا اونہین کے اوپر اللہ کا غضب ہے اور اونکے لئے بڑا سخت عذاب ہے۔ باستثنا اون لوگ کے جو مجبور کئے جائین ایسا کرنے پر اور دل اون کا ایمان کی طرف سے مطمئن ہو۔

اس آیہ وافی ہدایہ مین حضرت عمار یاسر کے قصہ کی طرف اشارہ ہے اور وہ یہ ہے کہ کفار نے عمار اور اونکے مان باپ کو گرفتار کر لیا اور کلمات کفر کہنے پر مجبور کیا یہانتک کہ اونکے مان باپ کو قتل کر ڈالا اوسکے بعد حضرت عمار کو مارنا شروع کیا۔ عمار جب قریب بہ ہلاکت پہونچے تو جو کلمہ وہ کہلوانا چاہتے تھے کہدیا۔ لوگون نے جناب رسولخدا سے کہا کہ عمار کافر ہوگئے اور حضرت عمار روتے ہوئے آپکے پاس پہونچے آپنے کہا عمار کے گوشت پوست مین ایمان پیوست ہوگیا ہے اور آپنے خود عمار کے آنسو پونچھے اور فرمایا عمار تم مطمئن رہو اگر وہ لوگ پھر وہ کلمہ کہلوائین تو کہدو۔

خوشا بحال اوس فرقہ کا جنکی سیکڑون بلکہ ہزارون اور لاکھون فرد اپنے دشمنون کے خوف سے تقیہ کے اصول پر عمل کر کے حضرت عمار کی مصداق ہین۔ اور اسکی مستحق ہوئی کہ بخوف ظلم و ستم اپنے ایمان کے اخفا کی وجہ سے شرماتے ہوئے رسولخدا کے سامنے حاضر ہونگے اور رسولخدا اونکی دلجوئی کرینگے اور اونکے چہرہ پر دست شفقت پھیرینگے۔ اور اونکو ایمان کی بشارت دینگے۔

کہان ہین تقیہ سے انکار کرنیوالے کیا وہ ایک فرد بھی اپنے گروہ سے عمار یاسر کی شان مین پیش کر سکتے ہین۔ اس کا جواب تو بس خسر الدنیا والآخرۃ کے سوا اور کیا ہے لیکن کچھ دلیل کرنیوالے کہہ سکتے ہین کہ غلط فہمی پیدا کرنا کہین ثواب اور کہین عذاب نہین ہو سکتا یا تو ثواب ہی ہوگا یا عذاب۔ مین اسکے جواب مین یہ پوچھونگا کہ کیا انسان کا خون بہانا عذاب ہے یا ثواب۔ اوس کا جواب یہی ہوگا کہ اگر باقاعدہ جہاد مین یا خون بہا مین کسی کا خون بہایا گیا ہو تو ثواب ہے اور اگر خون ناحق ہے تو عذاب ہے۔ اسی طرح جتنے قصاص ہین اگر وہ باقاعدہ جاری کئے جائین تو وہ ثواب ہونگے ورنہ عذاب۔ اسی طرح [illegible] صورت سے مطابقت کرتا ہے کہ اگر باقاعدہ ہے تو ثواب اور سنت رسول ہے۔ اور اگر بے قاعدہ ہے تو گناہ اور گناہ عذاب ہے اسی طرح [illegible] گذشتہ [illegible]

اور مردار کا کھانا ہے کہ اگر باقاعدہ ہے یعنی حالت اضطرار مین کوئی کھائے اور اسنے کو ہلاکت بچا لے تو ثواب ہے اور اگر بلاضرورت اوسکی طرف رغبت کرے تو حرام ہے جیسا کہ خداوند عالم قرآن پاک مین ارشاد فرماتا ہے انما حرم علیکم المیتۃ والدم ولحم الخنزیر وما احل لغیر اللہ فمن اضطر غیر باغ ولا عاد فلا اثم علیہ ان اللہ غفور رحیم ۔ یعنی اوسنے تو تم پر بس مردہ جانور اور خون اور سوٗر کا گوشت اور وہ جانور جسپر وقت ذبح خدا کے سوا کسی کا نام لیا گیا ہو حرام کیا ہے پس جو شخص مجبور ہوئے اور سرکشی و زیادتی کرنیوالا نہو اور ان مین سے کوئی چیز کھالے) تو اوسپر گناہ نہین ہے بیشک اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے ۔ اسی طور سے بیان اور اظہار خلاف واقعہ ہے کہ اگر کوئی شخص بغرض جلب نفع یا نقصان رسانی یا بہ ارادہ ظلم اس کا مرتکب ہو تو کاذب کہلائیگا اور مصداق لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا ہوگا ۔ اور اگر کوئی حالت اضطرار مین احقاق حق اور امتناع ظلم اور ہدایت کیلئے عمل مین لائے تو تقیہ کہلائیگا اور برتنے والا اس کا مثل عمار کے اس بشارت کا مستحق ہوگا کہ رسولخدا گواہی دین کہ اسکے رگ و پے مین ایمان بھرا ہوا ہے ۔ فللہ الحمد

الحاصل تقیہ کو مرادف کذب وہی لوگ کہہ سکتے ہین جو قتل فی الجہاد اور قتل بالقصاص کو قتل عمد یا خون ناحق کا مرادف قرار دینگے اور قصاص کو ظلم ۔ اور نقد [illegible]

ایک طالب حق

اللھم صل علی محمد و آل محمد

دفع المغالطہ (نمبر ۱)

عنوان بالا ایسا مشہور ہے و معروف ہے کہ ہر ایک مومن کی قلب پر منقوش ہے صلوات پڑھنی کا طریقہ یہی ہے ۔ کتب ادعیہ عموماً اس سے مزین ہین ۔ زبور آل محمد و انجیل اہلبیت (صحیفۂ کاملہ) مین اسی طرح مرقوم ہے علمائے کاملین ۔ فقہائے متقدمین کی کتب مین بھی اسی طرح سے منقول ہے اور مسلمانون کے ورد زبان یہی کلمات ہین ۔ اور سینکڑون سال گزر گئے ۔ اسی پر عملدرآمد چلا آتا ہے ۔ کسی ملک مین جائے یہی سنائی دیگا عتبات عالیات جہان سے مذہب حقہ اثنا عشریہ کی اشاعت ہوئی آئی ہے ۔ وہان بھی یہی جاری ہے ۔

لیکن

خطۂ پنجاب جو بدقسمتی سے مذاہب جدیدہ کی کان ہے۔ کچھ عرصہ ہوا اسمین ایک جدید محقق شاہ پوری پیدا ہوئے تھے۔ انھون نے ارشاد فرمایا۔ کہ آل محمدؐ مین "علیؑ" شامل نہین ہین لہذا اس کی ترمیم کرکے اپنے مریدون کے کان مین پھونکدیا کہ اس طرح کہا کرو۔ "اللّٰھم صل علی محمد وعلی وآلہما"

چونکہ آپکے مرید جاہل اور دیہاتی ہین شین قاف تک بھی درست نہین۔ اسلئے صحیح کلمات زبان پر جاری نہین ہوتے۔ "ھما" کا تلفظ انکے لئے ٹیڑھی کھیر ہے۔ جوش مین بے تحاشا چیخ اوٹھتے ہین "ہے مان"!! واہ واسبحان اللہ۔ چہ خوش۔

محقق صاحب کی تحقیق ذیق قدردانی کے لایق ہے۔ اور اوسکے قدردان ہمارے گاؤن کے گنوار۔ فقیر۔ موچی۔ سقے اور چند سادہ لوح راجپوت جنکو حروف تہجی بھی صحیح یاد نہین۔ پیدا ہوگئے۔ محقق صاحب تو "رُبّ حسرات فی القبرات" کے مصداق ہوچکے لیکن آپکی ذریات وہی مرغ کی ایک ٹانگ کہے جاتے ہین! ہم نے انکے مسائل مخترعہ کی فہرست لکھکر اپنے علمائے اعلام (کثر ہم اللہ امثالہم) کے فتاوی طلب کئے تھے اُن حضرات نے کفر وارتداد محقق صاحب کا ثابت کیا۔ جسکی نقل اخبارات وغیرہ مین شایع کردی تھی۔ اخبار اثنا عشری۔ رسالہ اصلاح۔ رسالہ البرہان مین تفصیل مسائل مخترعہ مع فتاوی موجود ہے۔ مومنین کے اصرار سے ہمنے مولوی سید محمد سبطین صاحب پروفیسر مہندر کالج وایڈیٹر رسالہ البرہان کو یہان مدعو کیا تھا۔ انھون نے براہ درد دین شدت گرما مین زحمت فرمائی اور جم غفیر کے مورچہ مین مناظرہ کیا۔ مولانا ممدوح نے محقق صاحب کا ناطقہ بند کیا کہ جسکا حال مختصر اخبار عشری مین چھپا تھا۔ تمام حاضرین جلسہ ہندو۔ مسلمان۔ سکھ نے بالاتفاق محقق صاحب کی نسبت لائے ظاہر کی کہ ڈھول مین پول ہے۔

قبل اسکے کہ صلوۃ کے متعلق چند الفاظ معرض تحریر مین آئین۔ ائمہ معصومین علیہ السلام کی چند احادیث کا بیان کرنا ضروری ہے جس سے مقلد اور تقلید پر کافی روشنی پڑتی ہے یعنے مسائل دین کسی عالم وفقیہ سے پوچھنا چاہیئے فرماتے ہین۔

(ا) عالم دین نہین ہوسکتا۔ جبتک اس امر سے بے پرواہ نہو۔ کہ کیسا کپڑا پہنے ہوئے ہے اعلیٰ ہے یا ذلیل دخسیس۔ پرانا ہے یا پھٹا ہوا۔ اور اسکی کوئی فکر نہو۔ کہ کس چیز سے پیٹ بھرتا ہے۔ سوکھی روٹی یا آرد جو سے!!!

(ب) عالم دین وہ ہے۔ جو زاہد فی الدنیا طالب آخرۃ۔ پابند طریقہ رسول ہو۔

(ج) عالم دین وہ ہے جو صاحب سکینہ و وقار۔ منکسر۔ قانع۔ خلائق سے بے پرواہ جتنا ملجائے اتنی ہی مین خوش۔ خلق سے کنارہ کش۔ تمام امور دنیا سے بے غم۔ تارک شہوات۔ آزاد دنیا چھوڑکر تمام شرور سے محفوظ و محترز۔ تارک حسد۔

(د) عالم دین وہ ہے جو صائناً لنفسہ وحافظاً لدینہ۔ ومخالفاً لہواہ وتابع امر مولاہ وغیرہ صفات سے موصوف ہو۔

ائمہ طاہرین نے کسوٹی بتلادی ہے۔ کھرے۔ کھوٹے کا پرکھنا مقلد کا کام ہے" ورنہ پیر ما خس است۔ اعتقاد ما بس است" تو مثل مشہور ہی ہے

اب ہم محقق صاحب کے ارشاد کے بارہ مین کچھ عرض کرتے ہین۔ کہ کیا آل محمد مین امیرالمومنین علی بن ابی طالب داخل نہین ہین۔ بلاشک وشبہہ داخل ہین۔ ذرا انصاف سے غور فرمایئے۔

(۱) جب آیہ مبارکہ یا ایھا الذین امنوا صلوا علیہ وسلموا تسلیما نازل ہوا تو لوگون نے پوچھا یا رسول اللہ ہم کس طرح آپ پر درود بھیجین۔ فرمایا کہ کہو۔ اللھم صل علی محمد وال محمد کما صلیت علی ابراھیم وال ابراھیم انک حمید مجید وبارک علی محمد وال محمد کما بارکت علی ابراھیم وال ابراھیم انک حمید مجید۔

(۲) حضرت امام رضا نے مجلس مامون مین فرمایا۔ کہ ضرور سب جانتے ہین کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو کسی نے پوچھا۔ یا رسول اللہ سلام کو تو ہم نے جانا۔ پس کیونکر ہے صلوات آپ پر اور فرمایا۔ کہ کہو تم یا اللہ صل علی محمد وال محمد انکے پوچھا کیا [illegible] سب نے کہا [illegible] مامون نے بھی کہا [illegible] اس سے [illegible] کوئی آیۃ [illegible]

ہے کون شخص مراد ہے؟ علماء نے کہا۔ کہ "یٰسین" جناب محمد مصطفیٰ صلعم کا اسم مبارک ہے۔ اسمین کسیکو شک نہین ہے۔ فرمایا کہ خدا نے محمدؐ و آل محمدؐ کو اس سے ایک بزرگی دی ہے کہ اسکے وصف کو کوئی نہین پاسکتا ہے۔ مگر وہ شخص جسکو خدا نے عقل دی ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ خدائے تعالیٰ نے سوائے انبیاءؑ کے کسی پر نہین بھیجا ہے پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ سلامٌ علیٰ نوحٍ فی العلمین۔ فرمایا کہ "سلام علی ابراھیم سلام علی موسیٰ وھارون اور انکی آل پر نہین بھیجا۔ بلکہ فرمایا سلامٌ علیٰ ال یٰسین" یعنی آل محمدؐ (اہلبیتؑ)۔

(۳) اور علمائے عامہ نے بھی اسی کی تائید کی ہے۔ چنانچہ سفیان ثوری نے روایت کی ہے منصور سے اور اُسنے مجاہد سے کہ عبداللہ بن عباس نے فرمایا ہے کہ لغت سریانی مین یاسین انسان کو کہتے ہین۔ اور مراد انسان سے حضرت رسولخداؐ ہین اور آل یسین اہلبیت ہین۔ نیز مسیب بن نافع نے روایت کی ہے۔ کہ امام صادقؑ نے فرمایا ہے کہ جناب علی مرتضیٰ سے سوال کیا گیا تھا۔ اسی آیت کے معنی سے۔ فرمایا کہ "یٰسین" محمدؐ ہے اور ہم آل یسین ہین!

(۴) جمیع اخبار و احادیث مین مآل محمدؐ آل طٰہٰ۔ آل یسین۔ آل رسول۔ آل نبی۔ آل عبا سے مراد اہلبیت علیہم السّلام ہین۔ کیونکہ آل و اہل ایک ہی بات ہے۔

(۵) جناب سرکار میرزا ابوالفضل الطہرانی جو ایک نامور فاضل، فقیہ حید، متکلم بےنظیر، ادیب یگانہ" محقق زمانہ اس صدی مین گزرے ہین انھون نے لفظ "آل" کے متعلق جو تحریر فرمایا ہے۔ اسکو تبرکاً بجنسہ انکے الفاظ مین یہان پر وارد کرتے ہین

(فائدہ) اشتقاق "آل" از اول است۔ و جماعتی را کہ آل کسی گویند۔ بجہت اَول ایشان است۔ بآنکس۔ و اَول بر سہ وجہ است۔

(۱) اَول جسمانی کہ عبارت از قرابت صوری و تولد بدنی است۔

(۲) اَول روحانی کہ عبارت از تعلم علوم و کسب فضائل و تخلق باخلاق کسی باشد۔

(۳) اَول نورانی کہ عبارت از اتحاد نور و وحدت سنخ ذات باشد۔ کہ اشرف انحاء اول است و اَول حقیقی بغیر آن [illegible] کسانند کہ متحقق بہر سہ قسم اول باشند و بعد از سیر و تقسیم نمود استقرا

کامل بکمال این صفات و تمامیت این جهات را جز در ائمہ اثنی عشر و فاطمہ علیهم السلام ندیدم اما انتساب صوری و تولد ظاهری کہ معلوم است ۔

اما جهت ثانیہ کہ بحدیث "انا مدینة العلم و علی بابها" ثابت است

و اما حیثیت ثالثہ از حدیث شریف کنت انا و علی نوراً و کریمہ ذریة بعضها من بعض مشهود ارباب انصاف میشود و بعضی اهلسنت کہ مطلق قرابت یا عموم امت را آل دانستہ اند از جادہ انصاف بیرون رفتہ اند ۔ و لیس اول قارورة کسرت فی الاسلام ۔

و در عیون اخبار الرضا بابی عقد کردہ از برائے نقل کلام سعادت فرجام حضرت امام رضا علیہ السلام در مجلس مامون با علماء عامہ در تفرقہ بین آل و امت و آن باب بست و سوم از آن کتاب است و بجهت طول او با طالبان را محول بمراجعہ همان کتاب مستطاب میکنیم ۔

ولی با ہمہ عصبیت و عناد فخر رازی در تفسیر کبیر کلامی دارد ۔ کہ قریب بانصاف است میگوید "آل محمد" آنانند ۔ کہ امر شان الی او میشود ۔ پس ہر کہ اول امرش با او اشد و اکمل باشد آل او باشد ۔ و شک نیست کہ تعلق بین علی و فاطمہ و حسن و حسین و بین رسول اللہ صلعم اشد تعلقات بود ۔ و این مطلب معلوم است بنقل تواتر ۔ پس واجب شد ۔ کہ آنها آل باشند و ایضاً اختلاف کردہ اند در معنی آل بعضے گفتہ اند اقارب او یند و قومی گفتند امت او یند ۔ اگر بگوئیم قرابت او یند پس ایشانند آل و اگر بگوئیم امتی هستند کہ قبول دعوت کردند ۔ باز ایشان آل هستند ۔ پس بہر تقدیر ایشان آل هستند اما جز ایشان محل اختلاف است ۔ و معلوم نیست تمام شد کلام فخر رازی ۔

و ما ہمین تقریب این حکم را در بقیہ ائمہ اثنا عشر علیهم السلام سطر و میکنیم ۔

بیان بالا سے روشن و واضح ہو گیا ۔ کہ جناب امیر المومنین علیہ السلام سب سے اول ۔ اور ہر سہ اول کی جہت سے سب سے مقدم داخل آل ہیں ۔ باقی حضرات علیہم السلام انکے بعد داخل و شامل آل محمد ہیں ۔ پس محقق شاہپوری کی ایجاد ۔ ایجاد بندہ ہے ۔ اور غلط محض ہے جو کلام الٰہی و لغت عرب ۔ اخبار و احادیث اہلبیت ۔ اور عربی لٹریچر وغیرہ سے ناواقفیت اور کم علمی کی جہت سے ناشی ہوا ہے ۔ جس شخص کو شعرائے عرب کے کلام پر جو مدح اہلبیت علیہم السلام

وقف [illegible] میرٹھ

ہین) مجبور حاصل ہے۔ اور ائمہ علیہم السلام کی حضور مین مراثی وقصائد کا پڑھنا معلوم ہوگا۔ اور شعرا حضرات علیہم السلام کو "آل محمد" کے خطاب مستطاب سے مخاطب کرتے تھے وہ ایسے بے سروپا لغو باتون پر کیونکر کان دھر سکتا ہے۔

(۲) سلطان محمد خدابندہ ملقب بہ الجاتیو نے (فرخندہ) ایک دن جامع سلطانیہ مین مجلس وعظ کی شرکت فرمائی۔ واعظ فضیلت صلوٰۃ بیان کر رہے تھے۔ سلطان نے ان سے پوچھا۔ کہ انبیا علیہم السلام کے اسمائے گرامی کے بعد انکی آل کا ذکر کیون نہین ہوتا۔ حالانکہ حضرت رسولخدا کی آل کا ذکر ہوتا ہے۔ واعظ نے اسکا جواب باصواب نہ دیا۔ بعد اسکے خود سلطان نے بیان کیا۔ اور اسکا جواب معقول دیا۔ یعنی وجہ یہ ہے کہ چونکہ دشمنان دین نے حضرت رسولخدا کو "ابتر" کہا تھا۔ اسلئے خداوند سبحان نے انکو منقطع النسل کیا۔ لیکن آل رسول یوماً فیوماً کثرت و زیادتی مین رہتی ہے۔

وجہ دیگر یہ ہے۔ کہ اور ملل و مذاہب منسوخ ہو گئے۔ لیکن شریعت غرا و ملت بیضا اسلام کیلئے نسخ و زوال نہین ہے۔ پس اس مذہب کا حافظ و نگہبان لازمی تھا۔ کہ جو مطلع جمیع کلیات و جزئیات ہو۔ اور بوقت ضرورت و احتیاج لوگ اسکی طرف راجع ہون۔ اور وہ حافظ شریعت عترت نبویہ و آل اطہار سے ہے۔ ونعم ما قیل ؎

بآل محمد عرف الصواب وفی ابیاتہم نزل الکتاب
وہم حجج اللہ علی البرایا بہم وبجدہم لا یستراب

اگر در خانہ کس است۔ حرفی بس است (باقی پھر کبھی)

راقم غلام علی خان ۔ ماہ رمضان المبارک ۱۳۳۹ھ

اصلاح۔ مولوی تصدق حسین شاہجہانپوری کو تو سب جانتے ہین وہ جاہل تھے مگر اسکو کیا کیجئے صلوٰۃ محمد و آل محمد مین شروع ہی سے یہ رخنہ پڑ رہا ہے حضرت پیغمبر رسول کا ایک لڑکا مرتا ہے اور خلیفہ دوم طعنہ دیتے ہین کہ تمکو قرابت محمد سے کیا نفع دیا۔ یہ تو حال تھا عہد رسول کا اور بعد انتقال کا حال معلوم ہے کہ مہاجرین و انصار بیعت سے خلافت بکری کے خلاف ہین مگر دبیا جناب تربیت رسول کا عبداللہ بن زبیر صرف اس غرض سے کہ آل رسول کو تکلیف پہونچے

آنحضرت پر درود وسلام چھوڑ دیتے ہین اور خلیفہ ہین ۔

یہ سب تو اوسوقت کا قصہ ہے جبکہ خلافت کی امید و بیم تھی ۔ آج کیا ہے جو مولوی ثناءاللہ ہون یا مرزا قادیانی صلی اللہ علی محمد و آلہ نہین کہتے حالانکہ صحیح بخاری کی حدیث دکھائی گئی ۔ مگر جو عداوت اہلبیت طاہرین انکے دل مین جاگزین ہے وہ کسی طرح کم نہین ہوتی اور یہی وجہ ہے کہ اتحاد واتفاق کی برکت مسلمانون سے سلب ہوگئی خلافت پر رو رہے ہین مگر کہان ملتی ہے ۔ اہلبیت کی حق تلفی کا یہی نتیجہ ہے ۔

برکت تنقید بخاری

اگرچہ قوم نے اسکی قدردانی نہ کی جس سے جلد پنجم ابھی تک ناتمام ہے صرف ۹۶ صفحہ تک چھپکر آگے کا سلسلہ بند ہے مگر درگاہ جناب احدیت مین اسکی خدمتین ایسی مقبول ہوئین کہ خود اہلسنت مین بہت سی افراد ایسی نکل رہی ہین جو اب صحیح بخاری کو وہی درجہ دے رہے ہین جو معمولی کتب حدیث کو حاصل ہے حالانکہ اصح الکتب بعد کتاب الباری صحیح بخاری کا نعرہ بڑے زورون مین اوڑایا جاتا تھا ۔

حال مین ایک مضمون مولوی عمر کریم صاحب رئیس سنگی مسجد پٹنہ اخبار الفقیہ امرتسر مین شایع ہوا جو نہایت دلچسپ ہے کیونکہ نہ قصہ خلافت سے اسکو تعلق ہے نہ قصہ فدک سے جسکے دیکھنے مین کسی کو تامل ہو ملاحظہ الفقیہ ۳ جلد ۱۴ مورخہ ۱۱-۲۴ شعبان سنہ ۳۹ھ

بخاری کی ایک حدیث پر صاحب فتح الباری کا اعتراض

چونکہ مصنف فتح الباری شرح صحیح بخاری اور امام بخاری دونون مقلد شافعی المذہب تھے ۔ اور کتاب بخاری بھی شافعی طرز کی احادیث کی ایک کتاب ہے ۔ اسواسطے انھون نے شرح مذکور مین بخاری کی ہر گرتی ہوئی بات کو بنانے اور ہر غلطی اور لغزشون کو امام بخاری کے موقع بے موقع درست کرنیکا بیڑا اٹھالیا ہے اور اس بارہ مین جان توڑ کوشش اور پوری وکالت اپنی صرف کی ہے لیکن باوجود اسکے بھی چونکہ وہ ایک بڑے شخص اور محقق ذکی تھے ۔ اور اس زمانہ کے لوگون کی طرح بخاری پرست نہ تھے اسواسطے بعض موقع مین اون کو بھی بخاری کی غلطی کا اقرار کرنا پڑا ہے چنانچہ ذیل مین ہم ایک حدیث بخاری کی اور اوس پر صاحب فتح الباری کا اعتراض نقل کرتے ہین ۔ جس سے ناظرین کو ہمارے بیان کی تصدیق

ہوجائیگی اور وہ یہ ہے ۔

باب الاذان بعد الفجر میں عبداللہ بن عمر سے مروی ہے اخبرتنی حفصة ان رسول اللہ کان اذا اعتکف المؤذن للصبح وبدأ الصبح الخ (بخاری مطبوعہ احمدی صہ سطر اول)

اس حدیث میں لفظ اعتکف محل اعتراض ہے بخاری کے تمام رواة اس کو اسی طرح روایت کرتے ہیں برخلاف اسکے امام مالک وغیرہ نے اس فقرہ کو اس طرح روایت کیا ہے اذا سکت المؤذن من اذان صلوة الصبح ۔ ظاہر ہے کہ اس حدیث کے مضمون سے اعتکف کے لفظ کو کوئی مناسبت نہیں ۔ سکت کا لفظ جو امام مالک وغیرہ کی روایت میں ہے وہی ٹھیک ہے اور اسی اعتکف کے لفظ پر صاحب فتح الباری کا اعتراض ہے جسکو ہم ذیل میں تحریر کرتے ہیں ۔

(قولہ اذا اعتکف المؤذن للصبح) هكذا وقع عند جمهور رواة البخاري وفيه نظر وقد استشكله كثير من العلماء ووجهه بعضهم كما سياتي والحديث في الموطا عند جميع رواته بلفظ كان اذا سكت المؤذن من الاذان لصلوة الصبح وكذا رواه مسلم وغيره وهو الصواب (فتح الباری ص ۳۴ پ ۳)

یعنی اسکو بخاری کے رواة سب اسی طرح روایت کرتے ہیں اور اس میں نظر ہے اور بہت علماء نے اسکو غلط ٹھہرایا اور بعض نے اسکی توجیہ کی ہے اور موطا کے سب راوی اور مسلم وغیرہ لفظ اذا سکت المؤذن من الاذان لصلوة الصبح روایت کرتے ہیں اور یہی ٹھیک ہے ۔

ناظرین یہ عبارت ہے اوس کتاب کی جسکو وجہ بعد کتاب اللہ کے اصحیت کا دیا جاتا ہے اور یہ حدیث ہے علی شرط البخاری کی کہ جسکا ڈنکا پیٹا جاتا ہے ۔ اور یہ قابلیت علمی ہے امام المحدثین صاحب کی کہ جنکو حدیث کے الفاظ کے معنی سمجھنے کی بھی لیاقت نہیں ۔ جو لفظ ملا اسکو آنکھ بند کرکے داخل حدیث کردیا معنی رکھتا ہو یا نہ ۔ کس واسطے کہ راوی اون کے نزدیک معتبر اور ثقہ ہیں ۔ جو لوگ کہ امام ابو حنیفہ کے بعض استادوں اور شاگردوں کا صحیح نقشہ نکالتے ہیں وہ لوگ اگر اسکے عوض ہماری ان تحریرات کا جواب دیں تو اون کے واسطے زیادہ مفید ہوگا ۔

اصلاح ۔ مولوی عمر کریم صاحب کی غرض چونکہ صرف اسیقدر ہے کہ بخاری کی تقلید ثابت کریں اسلئے اس عبارت پر اختصار کیا ورنہ فتح الباری سے تو لفظ پر اعتراض نظر آتا ہے

قولہ باب الاذان بعد الفجر قال الزین بن المنیر قدم المصنف ترجمۃ الاذان بعد الفجر علی ترجمۃ الاذان قبل الفجر فخالف الترتیب الوجودی لان الاصل فی الشرع ان لایوذن الابعد دخول الوقت فقدم ترجمۃ الاصل علی ما ینافیہ [illegible]

یعنی زین بن منیر کہتے ہین کہ بخاری نے اذان بعد الفجر کا باب پہلے باندھا اور قبل الفجر کا باب اسکے بعد جو ترتیب وجودی کے بالکل خلاف ہے کیونکہ اصل شرع مین یہی ہے کہ اذان بعد دخول وقت دیجائے تو بخاری نے جو اس ترتیب کو اولٹا تو اشارہ ہے ماندعنہ کی طرف۔

ابن بطال نے اس اعتراض کی طرف یون اشارہ کیا ہے کہ ائمہ کے یہان اسمین اختلاف نہین ہے مگر اسمین ضرور اختلاف ہے کہ قبل فجر جائز ہے یا نہین خود ابن حجر کہتے ہین کہ ہم سمجھے ہین بخاری نے ایسا اسلئے کیا کہ معلوم ہو قبل فجر جو اذان دیجاتی ہے اوسکی غرض وہ نہین ہوتی جو بعد کو دیجاتی ہے۔

اب بتائے بخاری کی طرفداری مین ایسی ایسی حرفتین کی جاتی ہین کہ نماز پڑہنے والا ابھی بعد اعلیٰ ہانس دی تو خلافت مین کیا کچھ نہ دہینگا مشتی کی ہوگی۔

جس غلطی کو مولوی عمر کریم صاحب نے دکھایا ہے اسکے بعد ابن حجر بہت سی تحریف علماء اہلحدیث کو لکھتی ہین والحق ان لفظ اعتکف محرف من لفظ سکت۔ لفظ اعتکف جو یہان لکھا گیا ہے تو محرف ہے اور اصل مین سکت تھا تعجب ہے کہ مولوی عمر کریم صاحب نے اس جملہ کو چھوڑ دیا۔

علمائے اہلحدیث نے یہ بھی بتادیا کہ یہ تحریف بعد کی نہین ہے بلکہ خود استاد بخاری کی ہے وقد اطلق جماعۃ من الحفاظ القول بان الوھم فیہ من عبد اللہ بن یوسف شیخ بخاری دیکھئے اس مضمون کو بھی دیکھکر اڈیٹر اہلحدیث مین کچھ غیرت آتی ہے یا نہین کیونکہ یہ اعتراض کسی شیعہ کا نہین ہے جسپر تبرا بازی کا اطلاق ہوتا ہے۔ بلکہ یہ اعتراض مولوی عمر کریم صاحب جنکے سنی حنفی ہونے مین تو اہلحدیث کو عذر نہوگا کیونکہ اکثر ملاقات بھی ہو چکی ہے۔

مناظرہ شیعہ و سنی منعقدہ قصبہ ککمریان ضلع ہوشیارپور

اول اول اسکی بنا یون ہوئی کہ ایک شخص چراغ شاہ نامی سنی نے (جو حافظ جماعت علی کا شاگرد ہے) اس جگہ موضع سنگووال محلہ قصبہ ککمریان [illegible]

مین اس مطلب کا وعظ کہنا شروع کیا کہ شیعون کے ساتھ بیٹھنا اُٹھنا کھانا پینا وغیرہ وغیرہ منع ہے بلکہ یہان تک کہدیا کہ جو درخت شیعون کا لگایا ہوا ہو اُسکے سایہ مین بھی نہ بیٹھنا چاہیے۔ ان کا حقہ پانی بند کر دینا چاہیے بالمختصر کفر کا فتویٰ جڑ دیا اور ساتھ ہی سنی بھائیون نے عمل کرنا بھی شروع کر دیا جس سے شیعہ بیچارے سخت تکلیف مین پڑ گئے اور ساتھ ہی ہیچ نا چراغ شاہ نے علی الاعلان یہ کہنا شروع کیا کہ شیعہ مناظرہ کر لین۔ لیکن شیعون نے بلحاظ نزاکت زمانہ خاموشی اختیار کی اسپر چراغ شاہ نے یہ کہنا شروع کیا کہ شیعون مین عالم ہی کوئی نہین ہے بلکہ حافظ قرآن کا تو نام ہی نہین آخر تنگ آمد بجنگ آمد جب شیعون کا ان سنیون نے بتحریک نا چراغ ناک مین دم کر دیا تو یہ بھی مناظرہ کیلئے تیار ہو گئے چنانچہ شرائط نامے طرفین سے تحریر کئے گئے شیعون کی طرف سے جناب السید پیر احمد شاہ صاحب اور سنیون کی طرف سے اُسی چراغ الدین (یہ لکھتے خبر لگی کہ آپ چراغ شاہ نے اپنا نام چراغ دین لکھا ہے) نے دستخط ثبت کئے حفظ امن کیلئے فریقین نے درخواست گذار دی ۲ و ۳ مئی تاریخ مناظرہ مقرر ہوئی لیکن سنیون نے چند ہندوؤن کی آڑ مین صاحب ڈپٹی کمشنر کو تارین وغیرہ دلوا کر بعلیہ ثلاثہ مناظرہ سے فرار کرنیکی تجاویز سوچین مگر شیعہ کب چھوڑنیوالے تھے آخر پھر باتفاق فریقین مکمل تیاری ہو گئی اور شیعون کی طرف سے مولٰنا حکیم السید احمد شاہ صاحب راولپنڈی اور جناب السید ڈاکٹر اکبر شاہ صاحب گجرات اور احسن المناظرین مولٰنا ابو الصفا جناب مرزا احمد علی صاحب فاضل امرتسری اور فخر الحفاظ جناب حافظ احمد صاحب کوہاٹ ساکن موجیانوالہ چیلیانوالہ گجرات اور مولوی سید فضل حسین خواجہ صلاح بھیروی اور سنیون کی طرف سے مولوی عبد الشکور مدیر النجم اور چراغ الدین اور مولوی مسعود احمد اور مولوی نواب دین اور مولوی نظام الدین اور قاضی و مولوی فضل احمد وغیرہ وغیرہ دس مولوی صاحبان بلائے گئے اور مسٹر عبد الحق صاحب پادری جالندھر باتفاق فریقین منصف مقرر ہو کر یکم مئی کی شام کو وارد مکیریان ہوئے ۲ و ۳ مئی تاریخ مناظرہ مقرر تھی مگر حکام کی طرف سے ایک دن مزید تعویق ہو جانیکی وجہ سے ۳ و ۴ مئی تاریخ مناظرہ مقرر ہو کر طے پایا کہ سنیون کی طرف سے مولوی عبد الشکور صاحب مناظر اور شیعون کی طرف سے مرزا احمد علی فاضل امرتسری مناظر مقرر ہوئے۔

* * *

موضوع بحث

"اثبات ایمان ثلاثہ بذمہ سنیان" اور تردید بذمہ شیعیان" ۳ مئی کو ٹھیک ½ ۸ بجے آریہ سکول کے سامنے کا کا کوڑا کے باغ مین جلسہ مناظرہ منعقد ہوا ایڈیٹر النجم نے ایمان ثلاثہ کے اثبات مین ان کنتم خیر امۃ اور وعد اللہ الذین امنوا منکم الخ وہمچو مثل آیات قرآنیہ وغیرہ کو جو تحریری صورت مین بحجم سولہ صفحہ تھی اور جو ماشاء اللہ گھر سے ہی تحریر کر کے لائے تھے پیش کیا اور اُسکی ایک نقل پادری عبدالحق ثالث کو اور ایک نقل مناظر شیعہ کو دی گئی اور بعدہ پڑھکر سنا دی گئی اسکے جواب مین شیعہ مناظر نے ایک کاپی لکھکر ایک نقل پادری کو اور ایک مناظر سنی کو دی اور بعدہ پڑھکر سنائی یہ سارا کام ایک گھنٹہ مین گیا۔ اور آیات کا جواب بدین صورت دیا کہ خدا نے ان آیات مین وعدہ خلافت مومنین صالحین کیلئے مخصوص کیا ہے لہذا پہلے ایمان ثابت کرو اور یہی موضوع بحث بھی ہو۔ کوئی بادشاہ بنجانے سے ایمان دار نہین ہو جاتا۔ خیر اسی طرح ایک ایک گھنٹہ وقت مناظرین کو ملتا رہا اور جلسہ روز اول بفضل خدا حکام اور خصوصاً تھانہ دار کی حُسن انتظامی کے سبب بخیر و خوبی ختم ہوا۔ دوسرے روز ایڈیٹر النجم نے اپنی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے تحریری مناظرہ سے صاف صاف انکار کر دیا۔ اور کہا کہ شیعہ صاحبان سوائے صحاح ستہ کے ہماری اور کسی کتاب کا حوالہ نہ دین ادھر سے جواب ملا کہ آپ ان کتابون کے مولفین اور مصنفین کو کاذب لکھدین تو پھر ہم صرف صحاح سے ہی اپنا مطلب ثابت کرینگے تو پھر اڈیٹر النجم نے ایک اور شاخ نکالی وہ یہ کہ پادری صاحب نے شیعون سے چار ہزار روپیہ بطور رشوت وصول کیا ہے لہذا ہم تحریری مناظرہ اسلئے نہین کرتے کہ پادری صاحب خواہمخواہ شیعون کے حق مین ہی فیصلہ دیوینگے۔ گو اس بات کا پادری صاحب پر بڑا صدمہ ہوا۔ اگر کسی کو اس مین شک ہو تو پادری صاحب سے خط کے ذریعہ پوچھ لین۔ مگر وہی مرغے کی ایک ٹانگ اگر اڈیٹر صاحب حق و راستی کو مان کر ثالث کے فیصلہ کو ناطق تسلیم کرتے اور تحریری مناظرہ کو نہ ٹالتے تو النجم کے صفحات کسطرح سیاہ کرتے چنانچہ چار یوم پانچ مئی کی تاریخین اسی رد و کد مین گذر گئین اور مولوی عبدالشکور صاحب نے تحریری مناظرہ کرنا نہ مانا پر نہ مانا۔ آخر جب یہ سمجھا کہ اب اپنی بنی بنائی ہی تحریری مناظرہ کیلئے مجبور کریگی تو ۵ مئی کی شام کو بذریعہ گاڑی موضع دوکوہا متصل جالندھر

چھاؤنی کو فرار کر گئے۔ ادھر شیعہ مولوی صاحبان بھی اس خیال سے دوگوہا پہونچ گئے کہ شاید کوئی سمجھوتہ ہو جائے مگر افسوس کہ علمائے شیعہ کے دوگوہا پہونچنے سے صرف دو گھنٹہ بعد اڈیٹر النجم بقصد لکھنؤ جالندھر ریلوے کیطرف چلدیئے چنانچہ شیعہ مناظر بھی اسٹیشن پر پہونچ گئے اور دونون ملکر ایک گاڑی مین بیٹھے یہ خبر ہے کہ شیعہ مناظر جناب مدیر النجم کو لکھنؤ پہونچا کر واپس ہونگے

یہان کا حال

لوگون نے پادری عبد الحق صاحب مشنری جالندھری سے مطالبہ شروع کیا کہ جو فریقین کے حالات بھیجے آپکے پاس ہین اُن پر ہی فیصلہ دو لیکن پادری صاحب نے جواب دیا کہ مجھپر ناحق رشوت کا الزام لگایا گیا ہے۔ لہذا آیندہ مین ایسے مناظرون مین ہرگز نہ آؤنگا اور نہ فیصلہ لکھونگا۔ بالآخر اُن سے کہا جاتا ہے کہ صرف ریویو تو کم از کم شایع کرا دیجئے۔ مگر پادری صاحب کہتے ہین کہ چونکہ فریق سنی کو میرا فیصلہ ریویو وغیرہ منظور نہین لہذا بے سود ہے۔ دیکھئے۔

والفضل ما شہدت بہ الاعداء

عنقریب انشاء اللہ شہر کے منصف مزاج اہل ہنود صاحبان کی دستخطی تحریر روانہ کیجائیگی گو کہ تحریک عدم تعاون حصول سوراج خلافت کمیٹی وغیرہ وغیرہ انواع واقسام کے موانع ہندؤن کو اس مین در پیش ہین مگر امید کہ بہت سے منصف مزاج حق کے اظہار سے پہلو تہی نہ فرمائینگے

راقمان سید غلام عباس وچودھری محمد رمضان جعفری ساکنان قصبہ کیریان
ضلع ہوشیارپور

اصلاح - دیکھئے خداوند عالم کب مسلمانون پر رحم کرتا ہے جو ان مفاسد سے نجات دے اس عام تباہی وقحط سالی مین شیطان ایسا سامان کر دیتا ہے کہ مومنین ناحق زیر بار ہوتے ہین سنیون مین مولوی عبد الشکور صاحب کے سوا اور کوئی مولوی نہین ہے جو ہر جگہ اس قسم کا فساد کرتے ہین خدا اب سے بھی رحم کرے اگر غور کیجئے تو جہان فساد ہوتا ہے ایسے ہی بانیان فساد کی بدولت ورنہ فریقین کے سمجھدار ایسے نزاعات سے چشم پوشی کرتے ہین۔

تعریف حیوان۔ منطقی لوگون نے یہ تعریف کی ہے کہ حیوان جسم نامی حساس۔ متحرک بالارادہ ہے اس تعریف سے حجر۔ شجر سب خارج ہو جاتے ہین۔

مگر افسوس دفتر اصلاح اب ایسا مجبور ہو رہا ہی کہ اوسکو متحرک بالارادہ بھی نہین کہہ سکتے کیونکہ سال گذشتہ تو والدہ مرحومہ کی علالت سے ہم اس درجہ پریشان رہے کہ پناہ بخدا اب اس سال کیا ہو گیا کہ اس سال کے دس مہینہ ختم ہوے اور کوئی نمبر وقت پر نہ شایع ہو سکا ۔

نمبر ۱۲ سنہ گذشتہ کا ۲۳ ربیع الثانی کو روانہ ہوا اب جلد ۲۴ ۲۷ جمادی الاولی کو اور نمبر ۲ رجب کو اور نمبر ۳ ۱۲ شعبان کو ۔

نمبر ۴ اس خیال سے بلا ویلیو روانہ ہوا کہ قوم چندہ بذریعہ منی آڈر عنایت کرے گی کیونکہ رجسٹری کرنا دفتر پر لازم ہے جسکی فیس ۲ دینی پڑتی ہے اور خریدارون سے ۲ فیس منی آڈر لیا جاتا ہے غرض ۴ کا نقصان ہے حالانکہ اگر منی آڈر آتا تو ہر کی کفایت ہوتی نتیجہ یہ ہوا کہ ۱۲ شعبان سے لغایت ۱۲ رمضان یہ کارروائی نہ پوری ہو سکی کیونکہ ایک تو خرچ چار گونہ بڑھ گیا دوسرے یہ کہ ڈاکخانہ مین وقت پر ٹکٹ نہین ملتا ۸۰۰ روز کے مطالبہ پر ٹکٹ ملتا ہے ۔

ادھر یہ مصیبت کہ محرر دفتر دو دو بیمار ہین رجب سے اسوقت تک دفتر مین نہ آسکے اب کام کرے تو کون غرض اب یہی حالت ہی کہ کوئی کام ہمارے ارادہ سے نہین ہوتا نہ معلوم کبتک یہ حال رہیگا خیال تھا کہ ۱۳۳۰ھ مین الوصی شایع کرینگے جسکے ۲۰ صفحہ تک چھپ چکے ہین مگر اتفاقا کاغذ کم ہو گیا جس سے مجبوری ہے وہ علیحدہ شایع کرنا پڑا ۔

ادھر یہ طرہ ہوا کہ روشنائی ایسی خراب آئی ہی کہ کسی طرح ایک سلسلہ سے کام نہین ہو سکتا دو دو تین تین مرتبہ پتھر بنانا پڑتا ہے تب جا کر ایک پتھر چھپتا ہے ۔

بہرحال ان حالات کے ظاہر کرنیکا مقصود یہ ہی کہ جو حضرات غفلت کا الزام لگاتے ہین وہ سمجھین کہ ہم اپنے امکان بھر کوئی دقیقہ اوٹھا نہین رکھتے مگر مقدرات سے مجبوری ہی کیونکہ اسوقت اسٹاف اسقدر مضبوط ہے کہ دو کاپی نویس ملازم ہین اور دو پریس چل رہا ہے جسمین چھ آدمی ملازم ہین مگر ان سب باتونکے ساتھ ایک آدمی کا بھی کام نہین ہوتا دعا فرمایئے کہ خدا ہمکو قوم سے سرخ رو کرے ۔

عرصہ سے اعلان کر رہے ہین کہ ۱۳۲۹ھ مین الوصی شایع ہوگا مگر ۱۳۳۰ھ مین بھی اوسکی نوبت نہین آئی حالانکہ ۲۰ صفحہ چھپ چکا ہے ۔

مناظرہ امروہہ کے نسبت مومنین کا بہت اصرار ہوا لہذا یہ نمبر اسکے متعلق شایع کیا جاتا ہی اور

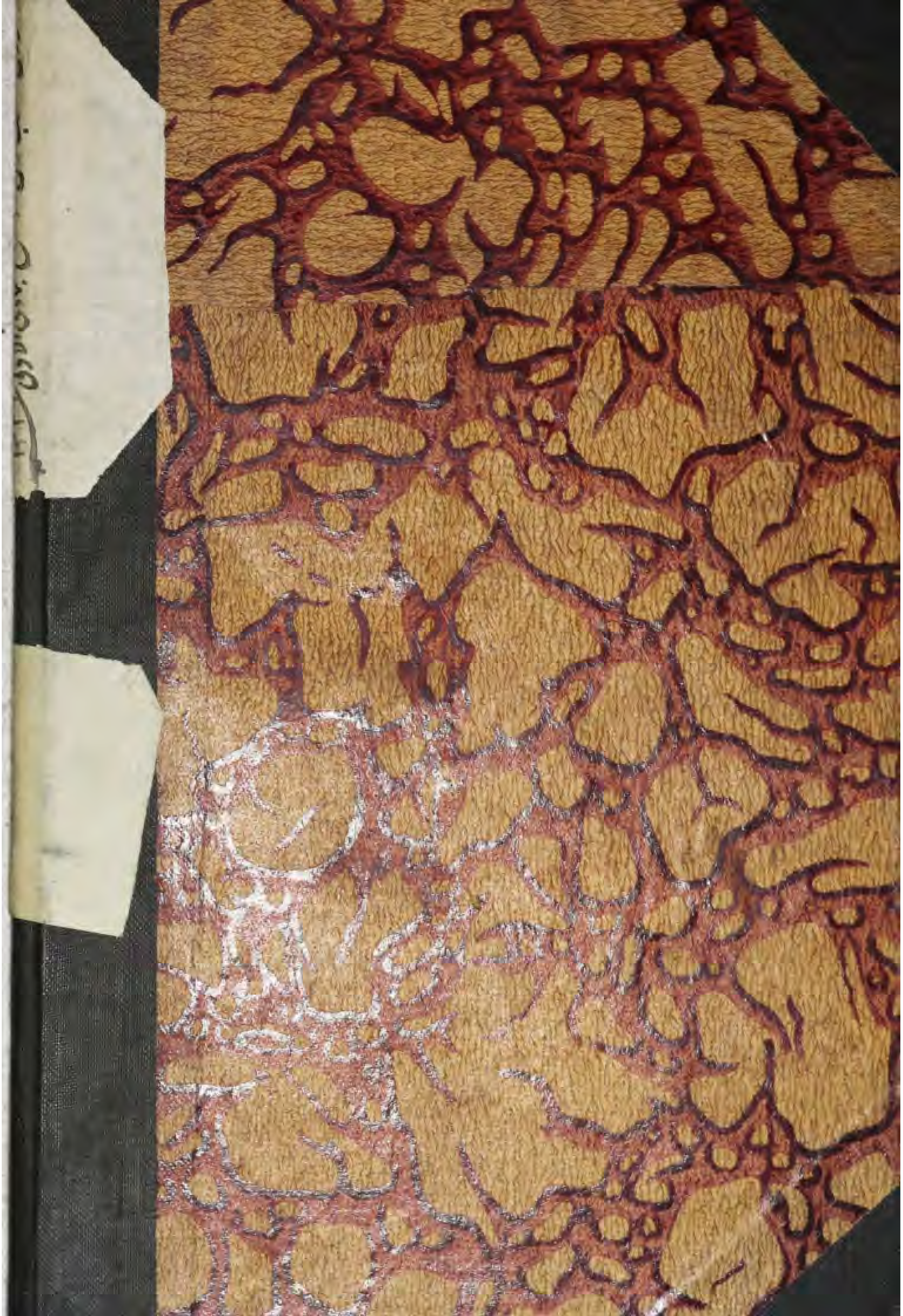چونکہ ان سب مضامین کا جواب الشمس و صدا الشارق مین بخوبی ہو چکا ہی لہذا نہین کہہ سکتے کہ آئندہ یہ سلسلہ جاری رہیگا ۔ والسلام ۸ رمضان سے پریس بھی بیمار ہوا جس سے ہر کام بند ہو گیا ۔